ڈاکٹر محمد رفیع الدین ایڈیٹر اسلامک ایجوکیشن لاہور

تسخیرِ کائنات

خدا کے وجود کی شہادت

سائنس کائنات کے اس علم کا نام ہے جو ہمیں مظاہر قدرت کے مشاہدہ اور مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ مظاہر قدرت کی تین بڑی قسمیں ہیں: مادی مظاہر قدرت، حیاتیاتی مظاہر قدرت، اور نفسیاتی یا انسانی مظاہر قدرت۔ اس تیسری قسم میں انسان کا شعور یا ذہن اور اس سے پیدا ہونے والے انسانی اعمال و افعال شامل ہیں۔

جو چیز سائنس کو ممکن بناتی ہے وہ یہ ہے کہ مظاہر قدرت کے اندر ایک نظم (ORDER) پایا جاتا ہے جو ہر وقت اور ہر مقام پر یکساں رہتا ہے۔ سائنسدان جو کام کرتا ہے وہ فقط یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مشاہدات سے اس نظم کو زیادہ سے زیادہ تفصیل کے ساتھ دریافت کر کے ضبط تحریر میں لاتا رہتا ہے، دراصل سائنسدان کی تحقیق اس شعور پر مبنی ہوتی ہے کہ قدرت کے مظاہر کے اندر ایک ایسا نظم موجود ہے جو کہیں اور کبھی نہیں ٹوٹتا۔ اگر سائنسی تحقیق کے کسی راستہ پر نظم کو دریافت نہ کیا جا سکے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس راستہ پر مزید سائنسی تحقیق ممکن نہیں۔ اگر مظاہر قدرت میں نظم نہ ہوتا تو نہ تو کوئی شخص سائنسدان ہی بن سکتا، اور نہ سائنس ہی ممکن ہوتی۔ اب تک سائنسدان معلوم کر چکے ہیں کہ نظم ایک جوہر میں ایک سالمہ میں ایک کرسٹل میں اور برف کے ایک گالہ میں، اور اجرام فلکی میں موجود ہے۔ دوسرے لفظوں میں نظم اس پوری کائنات کا مستقل کلیہ ہے۔ سائنسی علم دراصل موجودات کے اندرونی نظم کا ہی علم ہے۔ قدرت کے مادی مظاہر میں جو نظم پایا جاتا ہے وہ اس قدر جچا تلا ہے کہ ہم اسے ریاضیات کی اصطلاحات میں بیان کر سکتے ہیں۔ قدرت کے ایسے مظاہر جنہیں ہم نہایت معمولی سمجھتے ہیں۔ مثلاً ایک بلند عمارت سے گرنے والی کنکری کی بڑھتی ہوئی رفتار یا لوہے کی گرم کی ہوئی سلاخ کے پھیلنے کی مقدار یہ سب مظاہر ٹھوس ریاضیاتی قوانین کی پابندی کرتے

ں وقت بھی کائنات میں جاری تھے جب کوئی ماہر ریاضیات بلکہ کوئی متنفس بھی دنیا میں موجود نہیں تھا۔ جدید طبیعات کے مطابق مادہ فنا ہو جاتا ہے۔ لیکن جب مادہ فنا ہو جائے تو اس کے بعد مادی مظاہر قدرت کا جو حصہ باقی بچ رہتا ہے وہ محض ان کی تعمیر کا نقشہ ہے جسے ہم ریاضیاتی فارمول میں پیش کر سکتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ نظم مستقل اور غیر متبدل ریاضیاتی نظم ہی مادی مظاہر قدرت کی حقیقت یا اصل ہے یہی نظم وہ چیز ہے جس نے تمام مادی سائنسی علوم کو اور ٹیکنالوجی اور انجینئرنگ میں ان کے عملی اطلاق کو ممکن بنایا ہے۔ اگر یہ نظم نہ تھا تو سائنس کی ترقی سے جو لاتعداد سہولتیں اور آسائشیں دور حاضر کے انسان کے لئے ممکن ہوتی ہیں امکان میں نہ آتیں۔

اب اگر سائنسدان اس کائنات کو سمجھنا چاہتا ہے تو مظاہر قدرت کا نظم جس کی طرف سائنس بڑے زور سے اسکی توجہ مبذول کراتی ہے اس کے لئے کوئی ایسی بے کار اور بے معنی چیز نہیں ہو سکتی جسے وہ سرسری طور پر دیکھے سمجھے اور پھر نظر انداز کر کے آگے چل دے۔ اگر مجھے اس سے کیا غرض۔؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ نظم کسی ذہن کی کارفرمائی کی ایک ایسی معتبر علامت ہے جس پر شک نہیں کیا جا سکتا۔ اگر گندم کے کچھ دانے کسی فٹ پاتھ پر بکھرے ہوئے پڑے ہوں تو آپ بجا طور پر خیال کریں گے کہ کوئی شخص گندم کی تھیلی لئے جا رہا تھا، اور اس سے اتفاقاً گر گئے ہیں۔ لیکن اگر وہی گندم کے دانے اسی فٹ پاتھ پر ایک ریاضیاتی شکل مثلاً ایک باقاعدہ ہشت پہلو نقش کی صورت میں آراستہ ہوں تو کیا آپ کو اس بات پر ذرا سا بھی شک ہوگا کہ یہ نقش کسی ذہن کی پیداوار ہے۔ آپ فوراً سمجھ جائیں گے کہ یہ عمدہ باقاعدہ اور خوبصورت نقش کسی ہنرکار کے ذہن کی تخلیق ہے بلکہ آپ اس نقش کو دیکھ کر اس کے خالق کے ذہن کی کئی صفات معلوم کر سکیں۔ شلاً آپ کہیں گے کہ چونکہ یہ نقش سوچ بچار کو ظاہر کرتا ہے جو زندگی کی علامت ہے، لہذا اس کا خالق ذہن ایک زندہ شخصیت ہے۔ چونکہ یہ نقش ایک ریاضیاتی شکل رکھتا ہے اور اس میں علم و حکمت کام آئے ہیں، لہذا لازماً ذہن دانا اور علیم اور حکیم ہے۔ پھر چونکہ نقش کے اندر گندم کے ہر دانے نے وہ جگہ لے رکھی ہے جو اس ذہن کے سوچے سمجھے ہوئے مقصد یا منصوبہ کے مطابق ہے۔ لہذا وہ ایک مقصد رکھ سکتا ہے اور اس مقصد کے مطابق کام کرنے کی قدرت رکھتا ہے، چونکہ نقش ایک نظم رکھنے کی وجہ سے کشش پیدا کرتا ہے اور حسین و جمیل ہے۔ لہذا اس کا خالق حسن اور جمال سے محبت رکھتا ہے، اور حسن و جمال کو پیدا کر سکتا ہے، چونکہ نقش کا نظم اعتدال ظاہر کرتا ہے، لہذا اس کا خالق ذہنی طور پر عادل ہے۔ پھر آپ کہیں گے کہ اگر نقش کے اندر بعض ناہمواریاں یا بے قاعدگیاں ہوتیں اور وہ کامل نہ ہوتا

تو وہ منظم نہ ہو سکتا۔ لہذا اس کا خالق کمال سے محبت رکھتا ہے اور چونکہ کمال کا حصول فوری نہیں ہوتا بلکہ تدریج چاہتا ہے، لہذا تدریجی تکمیل اور تربیت اس کی صفات میں سے ہیں۔ اسی طرح سے زندگی، خالقیت، حکمت، قدرت، علم، محبت، جمال، عدل اور ربوبیت کے علاوہ اس ذہن کی اور بہت سی صفات کو بھی آپ ایسے ہی استدلال کے ساتھ معلوم کر سکیں گے۔ اس سے ضمناً یہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ پوری کائنات میں بھی جہاں کہیں نظم ہوگا وہاں کسی ایسے ذہن کی کارفرمائی موجود ہوگی جو یہی صفات رکھتا ہو۔ گویا یہ نظم ایک آئینہ ہے جس میں نظم کے خالق کی یہ صفات پوری صفائی کے ساتھ جلوہ افروز ہوتی ہیں۔

نظم کے یہ آشکار اوصاف حیاتیاتی سطح پر اور بھی زیادہ آشکار ہو جاتے ہیں۔ ایک زندہ وجود حیوانی نظم اور ذہنی کارفرمائی اور اسکی ملحقہ صفات کے ظہور کا نہایت ہی حیرت انگیز نمونہ ہے۔ اس کے تمام اعضاء و جوارح اس کے تمام خلیات اسکی تمام جبلتیں اور اس کے تمام اعضائے رئیسہ ایک مرکزی مدعا کے ماتحت کام کرتے ہیں، جو حیوان کا اپنا قائم کیا ہوا نہیں ہوتا۔ حیوان کے اندرونی حیاتیاتی اعمال و وظائف مثلاً ہضم، کیلوس، کیموس، خون، گوشت اور ہڈیوں کی ساخت ضروری کیمیاوی مرکبات کی پیداوار، دفاعین اور حیاتین کی تیاری، دوران خون، تنفس، توالد و تناسل، خودکارانہ نشو و نما، اعضائے رئیسہ کی فعلیت، زخموں کا اندمال، اور ہر قسم کے امراض کے خلاف قدرتی صحت بخش ردعمل جو سب مل کر حیوان کی زندگی اور نسل کی بقا کے لئے خودبخود عمل کرتے ہیں، ایک ایسے ذہن کی حکیمانہ اور قادرانہ تخلیقی، تکمیلی اور تربیتی کارروائی کا پتہ دیتے ہیں جو حیوان کے علاوہ کسی اور کا ذہن ہے اور یہی ذہن ہے جو حیوان کے ان اندرونی اعمال و وظائف کے درمیان آپس میں اور ان سب کے علاوہ حیوان کے بیرونی جبلتی کردار کے درمیان ایک مکمل ہم آہنگی اور توافق پیدا کرتا ہے۔ وہ حیوان کی نشو و نما اس طرح سے کرتا ہے کہ حیوان زندہ رہنے کے لئے اپنے ماحول کے ساتھ مطابق ہو جائے مچھلی چونکہ پانی میں تیرتی ہے، اسکو وہ گلپھڑے دیتا ہے تاکہ ہوا کی بجائے پانی کو سانس لینے کے لئے استعمال کر سکے۔ اس کا جسم اس طرح سے بناتا ہے کہ تیرنے وقت پانی کی رو کم از کم مزاحمت کر سکے اس کے جسم کے آخر میں دم پتوار کی طرح پانی میں دھکیلنے کے لئے لگاتا ہے، اور جسم دونوں طرف حرکت میں چپوؤں کی مانند رو دینے کے لئے پر پیدا کرتا ہے۔ پرندہ چونکہ ہوا میں اڑتا ہے اسے پروں کا ایک نہایت ہی پیچیدہ نظام دیتا ہے جو اڑنے کے لئے مددگار ہے اسے ہلکا پھلکا رکھنے کے لئے اس کی ہڈیاں اندر سے کھوکھلی رکھ کر ایک ہلکی گیس سے بھر دیتا ہے۔ حیوان کو ماحول کے

مطابق بنانے کے لئے اس ذہن سے جو جو تخلیقی اعمال انجام پاتے ہیں آنکھ اور کان ان کی محیر العقل مثالیں ہیں۔ دراصل ذہن کی تخلیقی فعلیت کی برکت سے ماحول کے ساتھ توافق ہر زندہ جسم کا امتیازی نشان بن گیا ہے جو اسکی جسمانی ساخت اور جبلی اعمال کی تمام چھوٹی بڑی تفصیلات میں آشکار نظر آتا ہے۔ چونکہ سائنسدان کی اپنی سائنسی تحقیق اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ کائنات کی کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس میں نظم نہ ہو اور جو کسی ذہن کی تخلیقی فعلیت کا ثبوت نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سائنسدان خود اپنی ہی جستجو کے نتیجہ کے طور پر اس سوال سے دوچار ہوتا ہے کہ آخر یہ ذہن کونسا اور کس کا ہے جس کے کمالات کائنات کے ذرہ ذرہ میں کارفرما ہیں۔ اور سائنسدان ہی کا فرض ہے کہ جو سوال اس نے پیدا کیا ہے وہ خود اس کا جواب دے۔ اس سوال کو نظر انداز کرنا یا اس کا جواب دینے سے گریز کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص راہ چلتے چلتے ایک مقام پر جہاں ایک بورڈ پر موٹا سا تیر سمت منزل کی نشاندہی کر رہا ہو۔ بلاوجہ ٹھہر جائے اور پھر آگے جانے کا نام نہ لے۔ سائنسدان کا تو امتیاز ہی یہ ہے کہ وہ ہر بات کی وجہ ڈھونڈھتا ہے۔ تاکہ اپنے ذہنی عمل کی تکمیل سے رکاوٹیں پیدا ہو جائیں گی۔ اپنے ذوقِ جستجو کو مطمئن کرے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو علم کی ترقی کا رک جانا ضروری ہے۔ سائنسدان کو اس سوال کا جواب اس لئے بھی دینا چاہئیے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کا جواب اس کے گذشتہ حاصل شدہ سائنسی نتائج پر مزید روشنی ڈالے اور سائنسی تحقیق کے راستے پر اسکی آئندہ منزلوں کو آسان بنا دے اور اگر وہ اس سوال کا جواب نہ دے تو اسکی سائنسی جستجو تشنہ ادھوری اور ناتمام رہ جائے گی اور آئندہ کی سائنسی جستجو کی راہوں میں مشکلات اور رکاوٹیں پیدا ہو جائیں گی۔ لیکن سائنسدان کو اس سوال کا جواب قرآن حکیم کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتا۔ قرآن حکیم دنیا میں پہلی آواز ہے جس نے کہا کہ تمام مظاہر قدرت خدا کی ہستی اور صفات کے نشانات ہیں اور انسان کو چاہئیے کہ ان کا مشاہدہ اور مطالعہ کر کے خدا کو پہچانے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ۔

بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور دن اور رات کے اختلاف ہی عقلمندوں کے لئے خدا کے نشانات ہیں۔

قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔

کہئے اے پیغمبر آسمانوں اور زمین میں مظاہر قدرت کا مشاہدہ کرو۔